کثیر المذاہب معاشرہ اور گروہی شناخت

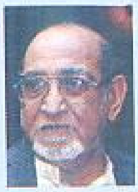

اصغر علی انجینئر

اصغر علی انجینئر سوسائٹی اینڈ سیکولر ازم سٹڈی سنٹر، ممبئی انڈیا کے چیئرمین ہیں۔

ترجمہ: محمد افضل

جمہوری معاشرہ میں شناخت اہم کردار ادا کرتی ہے، ایک جمہوری معاشرہ مسابقتی رویے کو پروان چڑھاتا ہے اور مسابقتی رویے ٹکراؤ کا سبب بنتے ہیں۔ شناخت اساسی نوعیت کی ہوتی ہے یا اسے حاصل کیا جاتا ہے۔ اساسی شناخت کی جڑیں حاصل کی گئی شناخت سے زیادہ مضبوط اور گہری ہوتی ہیں۔ مذہب، ذات، زبان اور تہذیب اساسی شناخت کی مثالیں ہیں اور شعبے سے مربوط شناخت جیسے انجینئر، حساب دان یا بینکر ماخوذ شناخت کی مثالیں ہیں۔ بعض اوقات قومی شناخت اس منتقلی اور عالمگیریت کے تیز دور میں تبدیل ہو سکتی ہیں، اگرچہ پہلے دور میں بھی لوگ ایک جگہ سے دوسری جگہ ہجرت کرتے تھے۔

ہمیں یہ ذہن میں رکھنا چاہیے کہ کسی بھی شخص کی ایک شناخت نہیں ہے۔ ہم سب کے سب ایک سے زائد شناخت رکھتے ہیں یعنی اساسی شناخت کے ساتھ حاصل کی گئی شناخت۔ مثال کے طور پر ایک شخص کے پاس مذہبی، مسلکی، لسانی، تہذیبی شناخت کے ساتھ ایک یا زائد حاصل کی گئی شناخت ضرور ہیں۔ تمام شناختیں ایک ہی وقت میں قابل عمل نہیں ہوتی ہیں۔ موضوع کی مناسبت سے ایک شناخت کی اہمیت دوسری شناخت سے زیادہ ہو سکتی ہے۔

یورپ میں ایک کثیر المذاہب اجتماع

ہماری قومی شناخت اس وقت زیادہ اہمیت اختیار کر جاتی ہے جب کوئی دوسرا ملک حملہ کرتا ہے یا ہماری مذہبی شناخت اس وقت زیادہ کارگر ہوتی ہے جب کسی دوسرے مذہب سے ٹکراؤ ہو یا علاقائی شناخت کی اس وقت اہمیت زیادہ ہوتی ہے جب علاقائی یا لسانی فسادات شروع ہو جائیں۔ پس کوئی بھی ایک شناخت دوسری شناخت کے مقابلے میں مسلسل اہم نہیں ہو سکتی۔ یہ بھی بے جا ہے کہ ہم یہ مطالبہ کریں، جیسے بعض انتہا پسند شاوینسٹ کا مطالبہ ہے۔ ہم تمام کی ایک ہی شناخت ہونی چاہیے، جیسے ہندوستانی شناخت یا پاکستانی شناخت۔

جمہوری عمل میں بعض شناختوں کو سیاسی بنا دیا جاتا ہے۔ یہ ایک فطری عمل ہے کہ سیاستدان اکثر اوقات اساسی شناخت کی حمایت کرتے ہیں جیسے مذہب، ذات یا لسانی شناخت اور اس کا نتیجہ اکثر و بیشتر مذہبی ٹکراؤ یا لسانی تصادم کی صورت میں نکلتا ہے۔ جب شیوسینا نے مہاراشٹر شناخت کا دعویٰ کیا تو اس کے نتیجہ میں ہندو شناخت والوں کے ساتھ تصادم ہوا اور اس کے ساتھ ہی ہندومت کے علاقے والوں کو نقصان اٹھانا پڑا۔ بعض اوقات بہت سے مسائل کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے جب دونوں گروہ اپنی اپنی شناخت ہندو اور مہاراشٹر کا مظاہرہ کریں۔

تمام جدید ریاستوں میں ایک سے زائد شناخت سے متعلق ناموافق رویے موجود ہیں۔ آج کوئی بھی قومی ریاست ایک مذہب یا ایک زبان پر مشتمل نہیں۔ تمام کی تمام قوموں میں ایک سے زائد مذاہب یا ایک سے زائد زبانیں ہیں۔ اکثر مذہبی معاشرہ میں قومیت کا نعرہ لگایا جاتا ہے، جس میں اس کو اپنے ہی مذہب کی فوقیت حاصل ہوتی ہے اور دوسرے اقلیتی مذہبی گروہ کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھا جاتا ہے یہی وجہ ہے جب بعض سیاسی پارٹیاں ووٹ کے لیے اقلیتی گروہ جن پر اقلیت کا الزام ہو، کو بلاتی ہیں۔ اس کے نتیجہ میں مذہبی لڑائی شروع ہو جاتی ہے۔

اسی طرح مضبوط ذات پات کے گروہ اور لسانی گروہ اپنی اساسی شناخت کو اپنے استحقاق کو برقرار رکھنے کے لیے حرکت میں لاتے ہیں۔ مگر جب کمزور یا اقلیتی گروہ ایسا کریں تو ان پر غیر قومی سرگرمی کا الزام لگایا جاتا ہے۔ آج کے دور میں انڈیا میں کوئی بھی سیاسی پارٹی نہیں ہے جو اساسی شناخت کو استعمال میں لائے بغیر الیکشن لڑتی ہو۔ بی جے پی، جو قومیت کے حامی ہونے کا دعویٰ کرتی ہے، سب سے زیادہ اس معاملے میں بدعنوانی کا مرتکب ہوئی ہے۔ وہ اب ذات کی شناخت کو الیکشن لڑنے کے لیے کھلم کھلا استعمال کر رہی ہے۔ اس معاملے میں وہ کوئی کسر نہیں چھوڑتی۔

شناخت میں بذات خود کوئی قباحت نہیں ہے جیسے بعض عقلیت پسند سمجھتے ہیں۔ شناخت خواہ اساسی بنیاد پر ہو یا حصولی بنیاد پر، یہ فطری چیز ہے۔ یہ نفسیاتی قوت ہے اور یہ روابط کے بارے میں شعور دیتی ہے۔ کوئی بھی شخص مذہب، معاشرہ اور تہذیب کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ لیکن شناخت اس وقت مسائل پیدا کرتی ہے جب یہ دوسروں کی شناخت کو ختم کرنے کے لیے ہو یا اس میں رکاوٹ پیدا کرنے کے لیے استعمال کی جائے۔ اساسی شناخت اپنی ہی حیثیت میں زندہ رہتی ہے لیکن جب اسے سیاست میں لپیٹ دیا جائے یا پھر دوسری شناخت کی مرضی سے تشریحات کر دی جائیں تو یہ مسائل پیدا کرتی ہیں۔

پس ہندو اور مسلم شناخت اپنے آپ تو باقی رہتی ہیں۔ لیکن سیاسی ماحول میں مخالفت کے لیے جب خود ساختہ تشریحات کی جائیں یا دوسری شناخت کو مکمل طور پر ختم کرنے کی کوشش کی جائے، اور صرف ختم کرنے کی

نہیں بلکہ تصادم کے لیے ایسی روش اختیار کی جائے تو یہ رویے تشدد کا باعث بنتے ہیں۔ حاصل کی گئی شناختیں اگرچہ ٹکراؤ اور تشدد کے لیے بعض اوقات استعمال نہ بھی کی جائیں تو یہ امتیازی رویے کے طور پر استعمال کی جاتی ہیں۔

بہرحال، قدیم دور جب منتقلی کے لیے زیادہ تیز ذرائع نہ تھے، کے برعکس، جدید دور میں ہجرت کو خاص نسبت حاصل ہے۔ جدید دور میں ہجرت تارکین وطن کے لیے اور تارکین وطن کو جگہ دینے والے ممالک کے لیے شدید مسائل پیدا کرتی ہے۔ بہت سے مسلمان یورپی ممالک کی طرف آج بھی ہجرت کر چکے ہیں اور میزبان ملک کی آبادی کے ذریعے عداوت کا شکار ہو رہے ہیں۔

اس سے صرف ملازمت کا ملنا مشکل نہیں ہوتا بلکہ شناخت کے لیے لڑنے تک کی نوبت بھی آتی ہے اور اس کے ساتھ تہذیبی مسائل بھی جنم لیتے ہیں۔ ایشیا اور افریقہ سے ہجرت کی وجہ سے تہذیبی تعصب کو فروغ مل چکا ہے۔ مثال کے طور پر فرانس میں مسلم خواتین کے حجاب اور سکھوں کی دستار پر پابندی لگائی گئی۔ ڈنمارک کی طرف سے بنائے گئے توہین آمیز کارٹون تہذیبی تعصب کی وجہ سے تھے۔ برطانیہ میں بھارتی اور پاکستانی لوگوں کو انگریزوں کی جانب سے شدید عداوت کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ اسی کے نتیجے میں ''پاکی باشی'' کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ اسی کے نتیجے میں معاشرہ میں فسادات کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ فرانس میں موجودہ فسادات جو افریقہ کے مسلمانوں اور فرانس پولیس کے مابین شروع ہوئے تھے، بھی فرانس اور افریقی شناخت کے مابین عداوت کا اعلان کرتے ہیں جواب ابھر کر سامنے آئے۔ 9/11 کی وجہ سے مسلمانوں کو بہت بڑے مسائل سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے اور اسی طرح لندن میں کیے بعد دیگر 7/7 جیسے بموں کے واقعات سے شدید مشکل کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ عام طور پر مسلمانوں کو خواہ ان کی قومیت یا نسل کچھ بھی ہو، شک کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور دشمنی کی بھینٹ چڑھایا جاتا ہے۔

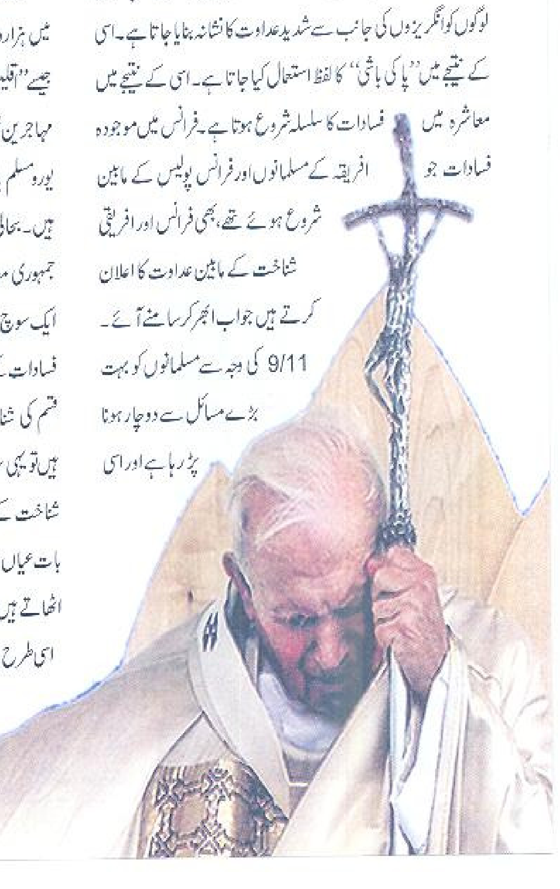

اب ضرورت اس امر کی ہے کہ آبادکار مسلمانوں کو یورپ میں نئی شناخت دی جائے جیسے ''یورو مسلم''۔ ''یورو مسلم'' کا لفظ ظاہری شناخت سے لیا گیا ہے، اسی طرح اصلی شناخت کا ترجمان بھی ہے۔ حال ہی میں دنیا میں ''اسلام کا یورپ میں مستقبل'' کے موضوع پر کانفرنس کا اہتمام کیا گیا جس میں یورپی امام کو مدعو کیا گیا تھا۔ اس کے اعلامیہ میں کہا گیا کہ یہ کانفرنس یورپی مسلم شناخت کے بارے میں ہے۔ جس میں نظریہ ضم کے اختراع پر بات ہوگی۔ یورو مسلم شناخت میں بعض یورپی اقدار جیسے آزادی رائے، جمہوریت وغیرہ کو قبول کیا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ ضم کرنے کا عمل یک طرفہ نہیں بلکہ باہم اشتراکی عمل ہے۔

ضم کرنے کا نظریہ ایک خوش آئند سوچ ہے خاص طور پر یورپ کے مسلمانوں کے لیے، اگرچہ انڈیا میں رہنے والے مسلمانوں کے لیے یہ اصطلاح عام فہم ہے، خاص طور پر ایسے لوگوں کے لیے جنہیں غیر مسلم انڈیا میں ہزاروں سالوں سے رہنے کا تجربہ ہو۔ شمالی امریکہ میں ایک اصطلاح جیسے ''اقلیتی نظریہ'' یا ''اقلیتی علم قانون'' استعمال کی جاتی ہے۔ پس مسلم مہاجرین نئی شناخت کی کاوش میں ہیں اور نئے قوانین کے متمنی ہیں۔ یہ یورو مسلم یا امریکی مسلم تخلیقی شناخت اساسی اور حصولی شناخت کا مجموعہ ہیں۔ بحالی کا یہ عمل نئی جگہوں میں امن کے قیام کے لیے ضروری ہے۔

جمہوری معاشرے میں بھی دو مختلف سوچیں ساتھ ساتھ کام کرتی ہیں۔ ایک سوچ شدت پسندی اور تنہائی پسندی کو ظاہر کرتی ہے اور یہی سوچ فسادات کے میلان رکھنے والوں میں نظر آتی ہے یا جب سیاستدان خاص قسم کی شناخت کو اپنے مخالفین سے مقابلے کے لیے استعمال کرتے ہیں تو یہی سوچ اس میں نمایاں ہوتی ہے اور دوسری سوچ دوسروں کی شناخت کے لیے زندہ دلی اور روشن خیالی کو ظاہر کرتی ہے۔ بہرحال، یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ سیاستدان مشکل سے ہی دوسری سوچ سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور پہلی سوچ کے ذریعے سے تصادم کا باعث بنتے ہیں۔

اسی طرح یہ بھی دیکھا جائے گا کہ شناخت بذات خود مسئلہ نہیں ہے۔ بلکہ ہر شخص کے لیے کسی نہ کسی گروہ سے تعلق ایک فطری بات ہے۔ لیکن یہ بھی سمجھنا

صحیح نہیں کہ شناخت ہمیشہ علیحدگی اور تصادم کا سبب ہی ہوگی۔ جدید معاشرہ مشکل ہی سے یکسانیت پر مبنی ہوتا ہے اور مختلف شناختوں میں ہمیشہ یکسانیت اور تعاون کو فروغ دینے کے لیے راستوں کو تلاش کرنا ہوگا۔

انڈیا کی مشترکہ تہذیب میں شناختوں کا میلان تعمیری کردار ادا کرسکتا ہے۔ مشترک تہذیب قرون وسطیٰ میں تعمیری کردار ادا کرچکی ہے۔ ان شناختوں کے باہم میلاپ سے برداشت اور تعمیری تہذیبی قوت پیدا ہوئی تھی۔ مغربی ممالک میں اسی عمل پر کام جاری ہے اور مغربی سماجی سائنسدان نے ایک نئے مفروضے کی بنیاد رکھی، جس کو مغرب کی دنیا میں نہیں جانا جاتا تھا، جسے پلورل ازم کہتے ہیں۔ مغرب ابھی تک مشترکہ تہذیبی نظام کو اپنانے سے کافی دور ہے۔ انڈیا کے برخلاف مغربی تہذیب غالب اور اقلیتی تہذیب پر مشتمل ہے، جس کو ملایا نہیں گیا۔ ابھی تک یہ یک طرفہ کوشش ہے جس کی طرف یورپ کے اماموں اور مذہبی رہنماؤں نے اشارہ کیا ہے۔ مسلم اور ہندو اقلیت مغرب میں ابھی تک تہذیبی اثر و رسوخ قائم کرنے میں ناکام ہے۔ انگلینڈ میں جہاں ہندو اور مسلمان اقلیتیں دوسرے مغربی ممالک کی نسبت اکثریت میں ہیں، ان پر سفید فام انگریز لوگوں کے کھانے کی عادتوں کے کچھ اثرات موجود ہیں گویا کہ دوسرے معاملات میں ایسا نہیں ہے۔ شاید اس کا انحصار وقت گزرنے کے ساتھ ہے۔

> انڈیا کی مشترکہ تہذیب میں شناختوں کا میلان تعمیری کردار ادا کرسکتا ہے۔ مشترک تہذیب قرون وسطیٰ میں تعمیری کردار ادا کرچکی ہے۔

حقیقت میں شناخت بذات خود مسئلہ نہیں ہے لیکن مسئلہ شدت پسندی ہے، جو زیادہ مسائل پیدا کرتی ہے۔ صوفی بہت زیادہ صابر تھے اور نئے طرز کے مسلم اور مقامی شناخت کو پیدا کرتے تھے حتیٰ کہ وہ مذہبی رسومات قائم کرتے تھے، جس کو مذہبی، مقامی اور علاقائی لوگوں نے اپنایا۔ پس دو مختلف شناختوں (لیکن باہم مختلف نہیں) کو ایک دوسرے میں ضم کردیا گیا تھا اور نئی شناخت وجود میں آئی تھی۔

سندھ، کشمیر اور پنجاب کے علاقوں میں تخلیق کیا گیا فلسفہ دینیات بہت زیادہ اونچے درجے کا تھا اور کشمیری اور سندھی تہذیب اسلام سے پہلے کی تہذیب میں بہت مختلف دکھائی دیتی تھی۔ کشمیری، ہندو یا سندھی مسلمانوں کی تہذیب پر بحث بہت مشکل تھی۔ وہ آپس میں مکمل طور پر گھل مل گئے تھے اور ان کو سندھی، پنجابی یا کشمیری تہذیب سے جانا جاتا تھا، جب کوئی کشمیریت پر بات کرتا ہے، جیسے کشمیری لوگ کرتے ہیں تو وہ اس کو مسلمان سے الگ تھلگ کرکے نہیں سمجھتا۔

ایسا سب کچھ قرون وسطیٰ میں بالکل آسانی سے ہوا، حتیٰ کہ کسی کو بھی اسلام سے پہلے کی ان علاقوں کی تہذیب یاد نہیں ہے۔ اس عالمگیریت کے دور میں ہمیں بہت زیادہ فراخ دل اور برداشت کا حامل ہونا چاہیے۔ ہمیں کبیر، چشتی، نانک، لالی دید اور نور الدین کی آج بھی ضرورت ہے۔